نیاز فتح پوری کے افسانوں میں فلسفہ اخلاق

ڈاکٹر اصغر علی بلوچ/نعمت اللہ

ABSTRACT:
Romantic short story writers have a different point of view about life and its necessities. Theri ethical values are also different from others. Woman, love and beauty are prominent areas of Niaz Fateh Poori's short stories. He emphasis on basic ethical values in his short stories i.e. sacrifice, devotion, moderation and patiance. He encourages modernism but has strong belief on Eastern Values. He opposes extremism and terrorism. He is against so called religious scholars who are mislead the innocent public to fulfil wrong puposes.

رومانیت محض ایک ادبی تحریک کا نام نہیں بلکہ یہ روایت، نظم و ضبط، منطقیت اور حدود و قیود کے خلاف ایک ہمہ گیر بغاوت ہے۔ یہ بغاوت انسانی تاریخ کے ہر دور اور ہر عہد میں موجود رہی ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز پر ہندوستان میں رومانیت کے رجحان کا آغاز نئے حالات و ماحول میں کلاسیکیت کے خلاف ایک فطری رد عمل تھا۔ جس نے سیاسی، سماجی اور اخلاقی شعبوں کے ساتھ ساتھ ادب کو بھی متاثر کیا۔ رومانیت محض بغاوت اور تشکیل کا ردّ بیش نہیں کرتی بلکہ نئے معیارات اور نئی راہیں بھی متعارف کراتی ہے۔ رومانیت معاشرے میں مروجہ قواعد و ضوابط اور اخلاقی ضرورت کو تہہ تیغ کرتی ہے بلکہ اخلاقی قدروں اور معیارات کی نئی راہیں کھولتی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سید عبداللہ رقم طراز ہیں :

’’رومانیت میں تخیل کی آزادی ایک عنصر ہے، رومانیت مروجہ اخلاقیات سے گریز ا‌ں ہے لیکن اِس کی بھی اپنی ایک اخلاقیات ہے۔ رومانوی ادیب جذبے اوروجدان کو ہر دوسری چیز پر ترجیح دیتا ہے۔ اسلوب اور خیالات دونوں میں اس کی روش تقلید کے مقابلے میں آزادی اور روایت کی پیروی سے زیادہ بغاوت اور جدت کا میلان رکھتی ہے۔ رومانوی ادیب حال سے زیادہ ماضی اور مستقبل سے دلچسپی رکھتا ہے۔‘‘(۱)

اُردو افسانے میں سجاد حیدر یلدرم اور ان کے رفقاء نے فطرت، محبت اور عورت کے گرد ایک رومانوی ہالہ قائم کر کے اُردو افسانے میں رومانوی رجحان کو فروغ دیا۔ انہوں نے حسن ، خیر، نیکی اور سکون کے سرچشمے ان تین عناصر میں ڈھونڈے اور اپنی تحریروں میں بری شد و مد سے اِس کی ترویج کی۔ اس نظام شمسی میں فطرت اور محبت کے سیارے عورت کے گرد گردش کرتے ہیں ۔ عورت کی نزاکت، لطافت، حسن، جنسی خصوصیات اور معاشرتی دائرے میں اس کی

اہمیت کو رومانوی افسانہ نگاروں نے اس تفصیل سے موضوع بحث بنایا کہ اس کے مقابلے میں دیگر مضامین کا اثر پھیکا پڑنے لگا۔ کثرت اظہار کی روش کی بدولت عورت اس عہد کا استعارہ بن جاتی ہے۔ ایسا استعارہ جو ایک طرف بغاوت، احتجاج، رد و انحراف اور فرار کے معنی لیے ہوئے ہے اور دوسری طرف تعمیر و تشکیل، آزادی، سکون اور ترقی و روشن خیالی کے مفاہیم واضح کرتا ہے۔ عورت ہی وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے گرد رومانوی افسانہ نگاروں نے حسن اور عشق کا تانا بانا تیار کیا۔ عشق کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنایا۔ حسن کی تہہ در تہہ لذتوں سے فیض یاب ہونا کٹڑ ملائیت اور مذہبیت سے منہ موڑنا اور مردہ ذہنوں میں نئی اُمنگیں پیدا کرنا، اس عہد کی رومانیت کے بنیادی اوصاف اور اخلاقی اقدار ہیں ۔ رومانوی افسانہ نگاروں کی تخصیص یہ ہے کہ انہوں نے کسی ماورائی کردار کی تخلیق کی بجائے ایک چلتے پھرتے گوشت پوست کے موجود پیکر کو مرکز بنایا اس کی ذات میں پوشیدہ ظاہری اور باطنی نقوش واضح کیے اور اس کے روپ میں ایسے امکانات کی تصویر کشی کی جن میں ہر قدم پر ایک انبساط انگیز کیفیت کے آثار نظر آتے ہیں ۔

رومانوی افسانہ نگاروں کے ہاں اخلاقی اقدار کا ایک نیا اور ضروری سلسلہ ہے۔ وقت کا نوحہ، دنیا کی بے ثباتی، حزن و ملال، یاسیت، تنہائی اور فرد کے داخل کے کرب کی عکاسی، بنیادی اخلاقی اقدار ہیں ،جن کے فروغ میں رومانوی افسانہ نگاروں نے خامہ فرسائی کی۔ ان کے نزدیک حال کا لمحہ، عذاب کا لمحہ اور ماضی و مستقبل دلفریبی اوررعنائی کا مظہر ہیں ۔ ماضی بعید کی گم سم دنیا سے وہ اپنے لیے اظہار کے استعارے تلاش کرتے ہیں ۔ اپنے ہونے کا ثبوت اور اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے فطرت کا حصہ بن جانے والے ماضی کی طرف لوٹنا، رومانوی افسانہ نگار کا خاصہ دکھائی دیتا ہے۔ تاریخ کے دائمی اصولوں سے اپنے آپ کو وابستہ کر کے فنا کی تلخ حقیقت کا سامنا کرنا اور بقا کے خوش آئند زاویوں سے حظ اُٹھانا، ایک مثبت فکر ہے۔ اس فکر میں امید ایک بنیادی عامل ہے۔ اُمید کے دامن سے وابستہ رہنا اور خوشی کے تصور کو اُجاگر کرنا۔ رومانوی افسانہ نگاروں کے ہاں مروجہ اخلاقی اقدار میں زیادہ اہم ہیں ۔ رومانوی افسانہ نگاروں کی اخلاقی اقدار پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد شفیق اپنے مقالے میں راقم ہیں :

''رومانونیوں کے بارے میں یہ خیال سراسر غلط ہے کہ وہ حقائق کی دنیا سے فرار کا راستہ دکھاتے ہیں اور زندگی کے منفی رویوں کو اُبھارتے ہیں ۔ انصاف کی آنکھ سے دیکھا جائے تو ہر رومانوی ادیب کے ہاں حوصلہ مندی اور زندگی کے مثبت مفاہیم کثرت سے ملتے ہیں ۔ وجود سے انکار زندگی کے انکار کے مترادف ہرگز نہیں ہے بلکہ ان جکڑبندیوں سے انکار ہے جو زندگی کو پامال کر رہی ہوتی ہیں ۔ زندگی کا مسلسل پامال ہوتے جانا، عزت نفس اور عرفانِ ذات میں جمود کا در آنا، صحت مند انسانی رویوں کا گرد آلود ہونا اور تعمیر و ترقی کے عمل کا رُک جانا ایک عذاب ناک منظر ہے۔ یلدرم اور ان کے رفقا نے اپنے عہد کے اِس عذاب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور پر اُمید روشن اور تابناک زندگی کے خدوخال واضح کیے۔''(۲(

نیاز فتح پوری کے افسانوں کا زیادہ تر موضوع حسن و عشق ہے۔ ابتداء میں انہوں نے یونان، مصر اور قدیم عرب کی عشقیہ داستانوں کو اپنا موضوع بنایا۔ دیوی دیوتائوں کے قصے لکھے۔ یہ

قدیم رنگ ان کے ہاں عجب بہار دکھاتا ہے۔ رومانوی افسانہ نگار نورونغمہ کے شیدائی ہیں ۔ شعریت، متحریک رجائیت، زندگی کی روشن تصویروں کو پیش کرنا ان کا نقطہ خاص تھا۔ یلدرم کے ہاں یہی رنگ ہے جس سے نیاز بھی بے حد متاثر دکھائی دیتے ہیں ۔ انہوں نے افسانہ نگاری میں اس روشن راہ کو اپنے لیے منتخب کیا۔ رومانوی افسانہ نگاروں کے ہاں عورت اور اس کا تذکرہ ایک خالص، دلکش اور پرکشش انداز میں ملتا ہے۔ نیاز کے ہاں بھی عورت کا ذکر ایک منفرد اور نئے انداز میں ہے۔ اُن کے ہاں عورت ،ایک طلسم، ایک جادو اور ایک مسحور کن خوشبو ہے۔ وہ روحِ لطافت اور پیکر جمال ہے۔ اس کے بغیر کائنات اُداس اور نامکمل ہے۔ کائنات کاحسن اور کشش عورت کے دم سے ہے۔ نیاز کے ہاں عورت ہونا بذات خود ایک حسن ہے اور کوئی عورت غیرحسین ہو ہی نہیں سکتی۔ نیاز کے خیال میں محبت اور عورت ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں ۔ عورت عظیم ہے، ماں بہن، بیٹی، بیوی اور محبوبہ، ہر روپ میں وہ نور و روشنی، محبت و عظمت پاکیزگی و خوبصورتی ہے۔ وہ فرشتوں سے زیادہ معصوم اور حوروں سے زیادہ پاک ہے۔ کائنات کا نظام عمل اس کے دم سے جاری و ساری ہے۔ عورت کی پرستش و عظمت کا یہ رویہ نیاز کے تمام افسانوں کی بنیاد ہے۔

نیاز کے ابتدائی افسانے فن برائے فن کی تصویر پیش کرتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ وہ حسن، عورت اور عشق و محبت میں گم ہو کر حقیقت کی دنیا سے دور چلے گئے ہیں ۔ بلکہ ان کے افسانوں میں بنیادی اخلاقی اقدار اور مشرقی روایات کی حسین تصاویر بھی نظر آتی ہیں ۔ نیاز نے رومانیت کے سیلاب میں بہنے میں بنیادی اخلاقی و اصلاحی موضوعات کو نظرانداز نہیں کیا۔ ڈاکٹر عقیلہ شاہین نیاز فتح پوری کے افسانوں میں اخلاقی قدروں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے راقم ہیں :

’’انہوں نے اس دنیا کو نظرانداز نہیں کیا جس میں وہ سانس لے رہے ہیں ۔ حقیقت کی اس دنیا میں آ کر انہوں نے بہت سے کھوکھلے پہلوئوں پر اپنے زہریلے، بے باک اور نڈر قلم سے ایسا آپریشن کیا ہے کہ فاسد مادہ بہہ نکلا۔ یوں انہوں نے بہت سے معاشرتی، اصلاحی افسانے بھی لکھے جو کھوکھلی اقدار روایات اور منافق رویوں کے خلاف بھرپور جہاد ہیں ۔‘‘(۳(

’’نگارستان‘‘ نیاز فتح پوری کا ایک اہم اور مقبول افسانوی مجموعہ ہے۔ اِس افسانوی مجموعے میں رومانوی اور اخلاقی اقدار کسی نہ کسی روپ میں موجود ہیں ۔ نیاز روایات سے بغاوت ضرور کرتے ہیں لیکن بنیادی معاشرتی و اخلاقی اقدار سے بالکل باغی نہیں ، بلکہ وہ اپنے رومانوی افسانوں میں اِن اقدار کو ایک نئے زاویے اور آہنگ سے پیش کرتے ہیں ۔ ’’نگارستان‘‘ میں شامل افسانہ ’’ستی‘‘ اسی سلسلے کی ایک مثال ہے۔ ’’ستی‘‘ ایک معاشرتی افسانہ ہے جس میں ایثار و قربانی جیسی انتہائی ضروری اور ناپید ہوتی اخلاقی قدر کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ’’ستی‘‘ ہمارے گردوپیش کی معاشرتی زندگی کا المیہ ہے۔ ایسی زندگی جو جیتے جاگتے سانس لیتے افسانوں کی زندگی ہے۔ سوشیلا اور رنجور ایک دوسرے سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں ۔ یہ محبت ان کی رگ رگ میں خون کی طرح سرایت کر چکی ہے۔ محبت کی یہی حیات بخش حرارت انہیں زندہ رکھے ہوئے ہے۔ سوشیلا کی بہن ’’تارا‘‘ ’’رنجور‘‘ کو چاہنے لگتی ہے۔ محبت کا جواب محبت سے نہ ملنے پر یہ جان لیوا زخم اسے بیمار کر دیتا ہے۔ سوشیلا بہن کی خاطر اپنی محبت قربان کر دیتی ہے اور رنجور سے اپنی محبت کی

بھیک مانگ کر دونوں کی شادی کرا دیتی ہے۔ سوشیلا کا کردار تاریخی و روایاتی ہے کہ بہن بہن کے لیے، بھائی بھائی کے لیے اور دوست دست کے لیے ایسی قربانیاں دیتے آئے ہیں ۔ محبت قربانی ہی سے جلا پاتی ہے۔ محبت قربان کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن اس قربانی میں جو لطف اور مزا ہے اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ دوسروں کی زندگی کو خوشیوں سے منور کرنے کے لیے اپنی ذات، محبت اور خوشیوں کی قربانی دینا ایسی اخلاقی قدر ہے جو دورِحاضر میں ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ اللہ کے بندوں کو خوش کرنے کا مطلب اللہ کو خوش کرنا ہے۔ دوسروں کی زندگی میں راحت پیدا کرنا ذاتِ باری تعالیٰ کے قرب کا باعث ہے۔ نیاز نے اس افسانے میں اسی اخلاقی قدر کو بڑے حقیقت پسندانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کا یہ افسانہ ایثار و قربانی کا لازوال اخلاقی قدر کی باکمال نظیر ہے۔

نیاز عورت کے حسن میں خامہ فرسائی کرتے ہیں ۔ ان کے افسانوں کا مرکزی نکتہ عورت، حسن، عشق اور محبت ہے۔ نیاز کے رمانوی افسانوں میں عورت کا کردار جا بجا نظر آتا ہے۔ نیاز عورت کے حسن کو بیان کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ وہ جدید ماحول اور ماڈرن ازم کی بات بھی کرتے ہیں لیکن ہر چند اُن کے افسانوں میں ایک چیز اکثر جگہوں پر کھل کر سامنے آ جاتی ہے اور وہ ہے عورت سے وابستہ بنیادی مشرقی اخلاقی اقدار، نیاز عورت کو مشرقی عورت دیکھناچاہتے ہیں ۔ وہ عورت میں شوہر کی وفا اور گھرداری جیسی بنیادی اور ضروری اخلاقی اقدار دیکھنے کے خواہاں ہیں ۔ وہ ماڈرن عورت کی ایک خاص حد تک حمایت ضرور کرتے ہیں لیکن جہاں یہ ماڈرن عورت اپنی روایات سے کنارہ کرتی ہے وہیں اسے عبرت کا نشان بھی بناتے ہیں ۔ ان کا افسانہ ''شہیدآزادی'' اس سلسلے کی مثال ہے۔ ''شہید آزادی'' مشرق کی ایک رابعہ کی کہانی ہے جو آزادیٔ نسواں کی حامی اور مغربی تہذیب و اطوار کی پرستار ہے۔ جسے ظاہری نمود و نمائش، لباس، میک اپ اور سستی شہرت کے لیے غزلیں اور مضامین لکھنا بے حد پسند ہے۔ لیکن اس کا شوہر رشید اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ بیوی کو وفا شعار اور سلیقہ شعار بیوی کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہے۔ رابعہ جسمانی پیچ و خم، صنعت گری اور ناز و ادا ہی کو بیوی کا منصب سمجھتی ہے۔ وہ اپنے شوہر'' رشید'' کے مقابلے میں اپنے آپ کو برتر سمجھتی ہے۔ گھر اور گھر داری میں قطعاً دلچسپی نہیں لیتی۔ نتیجتاً ایک سرد، خاموش اور خوفناک جنگ دونوں کے درمیان شروع ہو جاتی ہے۔ رشید اپنی بیوی سے تنگ آ کر ولایت چلا جاتا ہے۔ رابعہ حیدر رضا سے ان دیکھی محبت کرنے لگتی ہے۔ حیدر رضا ایک گھاگ شکاری ہے۔ خوب صورت لفظوں کے جال میں معصوم تتلیوں کو پکڑنا اس کا مشغلہ ہے۔ رابعہ اس کے سحر میں گم ایمان و اخلاق، عصمت و شرافت کو فراموش کیے کٹھ پتلی کی طرح ناچ رہی ہے۔ وہ یکسر بھول چکی ہے کہ وہ ایک مشرقی اور وفاشعار بیوی بھی ہے۔ حیدررضا سامان نشاط، انتہائی کیفیات لذت سے سرشار رابعہ کے تمام زیورات کا بکس اُٹھائے اس افسانے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا ہے اور خاموشی سے بھاگ نکلتا ہے۔ رابعہ کا انجام یہی ہوا جو عام طور پر ایسی عورتوں کا ہوا کرتا ہے۔ اس افسانے کے ذریعے نیاز معاشرتی اصلاح کا کام کرتے ہیں اور ایسی عورتوں کی اخلاقی اقدار کو بہتر بنانا چاہتے ہیں جو اپنے گھر اور مشرقی روایات سے بے نیاز

ہو کر سامانِ نشاط میں گم ہیں ۔ اِس افسانے میں موجود اخلاقی اقدار پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر عقیلہ شاہین راقم ہیں :

’’یہ وہ سماجی اور معاشرتی حقیقت ہے جو مقصد و اصلاح کا پہلو بھی سمیٹے ہوئے ہے۔ نیاز عورت کی پرستش میں سجدہ ریز نہیں مگر اس کے ساتھ ہی وہ اسے وفا، محبت، ایثار اور مشرقی روایات و اقتدار کے اس دائرے میں دیکھنا چاہتے ہیں جس سے اس کی چمک، اس کا ضمیر نور رنگ، اس کی تمام تر حلاوت، اس کا تمام تر حسن اور دلکشی قائم ہے۔‘‘(۴(

نیاز کے خیال میں محبت وفا اور ایثار کائنات اور زندگی کی اساس ہیں اور جب یہ عورت میں جمع ہو جاتے ہیں تو کسی مادی اور دنیوی تعلیم کی ضرورت نہیں رہتی۔ عورت کی سب سے اعلیٰ ڈگری اور فن ہی محبت و قربانی ہے۔ اس کا اظہار خاص طور پر ’’فریبِ خیال‘‘ میں کیا ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار ’’رشید‘‘ ایک عام شکل ، عام تعلیم اور عام طبقہ کا فرد جو مغربی تعلیم اور تہذیب و ثقافت سے بے حد متاثر ہے۔ جو اپنی سیدھی سادی، ان پڑھ مگر بے حد محبت کرنے والی بیوی اور بچی’’ سعیدہ‘‘ سے نالاں ہے۔ رشید ہر لمحہ روپ، بہروپ بدلنے والی، مادیت اور دولت کی پجاری’’ نسیم‘‘ پر فدا ہو جاتا ہے، جو مغربی تہذیب کی دلدادہ ہے۔ رشید اپنی ساری دولت نسیم اور اس کی فرمائشوں پر لٹا دیتا ہے لیکن رشید اس وقت بالکل تنہا رہ جاتا ہے جب دھوکے باز’’ نسیم‘‘ اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر نئے شکار کی تلاش میں نکل کھڑی ہوتی ہے۔ ایک دن رشید کے بچپن کا دوست اور اس کا ہم خیال ’’محمد یوسف‘‘ رشید کو اپنی عیسائی محبوبہ سے ملوانے کے لیے بلاتا ہے جس کانام’’ لوسی‘‘ ہے لیکن رشید اس وقت سکتے میں آ جاتا ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ عیسائی محبوبہ’’ لوسی‘‘ بھی’’ نسیم‘‘ ہی کا ایک روپ ہے۔ وہ اس غم کی تاب نہیں لا پاتا اور شدید بیمار پڑ جاتا ہے۔ ایسے میں وہی بیوی جسے وہ جاہل اور گنوار تصور کرتا تھا، وفا کی دیوی بن کر دن رات ایک کر کے اس کی تیمارداری کرتی ہے۔ اس افسانے میں نیاز نے دورجدید میں انسانوں کے دوہرے چہروں اور مادیت پرستی کو موضوع بنایا ہے، مادیت کے طوفان نے تمام تر معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ نیاز نے اس طرزِفکر کو تبدیل کرنے کی سعی کی ہے۔ اس افسانے سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر عقیلہ شاہین راقم ہیں :

’’نیاز نے ہمیشہ تصنع، بناوٹ اور کھوکھلے رویوں کے خلاف قلم اُٹھایا ہے۔ وہ تعلیم جو عورت سے اس کا نسائی حسن چھین لے، نیاز اس کے مخالف ہیں ۔ وہ عورت کو شوہر پرست اور گھر کو محبت کا گہوارہ بنانے کا درس دیتے ہیں ۔‘‘(۵(

نیاز اپنے افسانوں میں معاشرے میں توازن اور اعتدال کی اخلاقی اقدار کو فروغ دینا چاہتے ہیں ۔ وہ انتہا پسندی اور شدت پسندی کے بالکل خلاف ہیں ۔ شدت پسندی کسی بھی روپ میں ہو، نیاز اس کی کھل کر نفی کرتے نظر آتے ہیں ۔ وہ جہاں عورت کی بے جا اور غیرضروری آزادی کے خلاف ہیں وہیں معاشرے میں برداشت اور توازن جیسی اخلاقی اقدار کو برقرار رکھنے کے لیے ملائیت کے بھی سخت خلاف ہیں ۔ نیاز ایسے خیالات اور جذبات کے حامل لوگوں کو قطعاً ناپسند کرتے ہیں جو اسلام کو اپنے مغموم مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہیں جو اسلام کا اصل چہرہ دیکھنا

نہیں چاہتے اور فرسودہ رسومات کو اسلام کا نام دے کر معاشرے میں بدامنی اور بگاڑ کی غیراخلاقی اقدار کو فروغ دیتے ہیں ۔ نیاز کے افسانے ''بعدالمشرقین'' میں اسی نازک مسئلے کو بیان کیا گیا ہے۔ ''اقبال'' ایک پڑھی لکھی سوجھ بوجھ رکھنے والا روشن خیال لڑکی ہے جس کا نکاح بچپن ہی میں اپنے چچازاد سعادت علی سے ہو چکا ہے۔ سعادت علی ایک کٹرمولوی ہے، لمبی داڑھی سر پر ٹوپی، ٹخنوں سے اونچا لباس۔ ایک خالص مولوی کا روپ دھارے سعادت علی نیاز کے افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ سعادت علی اپنے لباس اور وضع قطع سے یقینا مسلمان ہے لیکن خیال اور احساس کے لحاظ سے اسلام سے بہت دور ہے۔ وہ نماز روزہ کا پابند مگر مرد کو حاکم، عورت کو محکوم اور ناقص العقل سمجھتا ہے، جسے مرد کی برابری کا کوئی حق نہیں ۔ اسے عورت کی آواز بھی پردہ سے باہر جانا گوارا نہیں ۔ وہ شریعت کا پابند مگر فلسفہ و اخلاق سے اتنا ہی دور ہے۔ یہاں نیاز اپنے زور قلم سے نام نہاد زاہد اور رند کا موازنہ کرتے ہیں اور اس حقیقت کو آشکار کرتے ہیں کہ اللہ کو عبادت و ریاضت کی بجائے اخلاق اور حقوق العباد کی پابندی زیادہ عزیز ہے۔ نیاز لکھتے ہیں :

''اگر ایک مولانا نام ہے خشک چہرہ، پرشکن پیشانی، خونخوار صورت کا، تو یقینا وہ رند اچھا ہے جو شراب پیتا ہے لیکن اپنے اخلاق سے نظام تمدن کے قیام میں اعانت کر رہا ہے۔''(۶(

اقبال تنسیخِ نکاح کا دعویٰ کرتی ہے۔ عدالت کا فیصلہ اس کے خلاف ہے مگر اس کی آواز بجلی بن کر نام نہاد اسلام پسندوں پر گرتی ہے:

''اگر کل مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسلامی قانون کی پابند تھی تو آج عیسائی ہونے کے لحاظ سے مسیحی قانون کی پابند ہوں اور مسیحی قانون انتخاب شوہر کے مسئلے میں مکمل آزادی دیتا ہے۔''(۷(

شہرخموشاں میں ہر فرد کی زبان گنگ ہو چکی ہے۔ وہ متحیر ہیں اور ان کے ذہن سن ہو چکے ہیں ۔ کوئی دماغ یہ نہیں سوچ سکتا کہ کہانی ایسی دردناک اور عبرتناک ٹریجڈی پر ختم ہو گی۔ یہ اس طبقہ کے منہ پر یقینا نفرت بھرا تھپڑ ہے جس نے اسلامی تعلیمات کو تنگ نظری، تعصب اور فرقہ پسندی کے سپرد کردیا ہے۔ حالانکہ اسلام میں انتخابِ شوہر کے سلسلے میں پوری آزادی ہے۔ یہ اس دور ہی کا مقدمہ نہیں بلکہ آج کا اہم مسئلہ ہے۔ نیاز کے مفکرانہ قلم نے نئے انداز میں پیش کیا ہے۔ اس سے ہر حساس دل تڑپ اُٹھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ظاہر پرستی سے ہٹ کر ذہنی ،روحانی اور اخلاقی طور پر مذہب اسلام کی تقلید کریں ۔

نیاز مولویت کے سخت خلاف ہیں ۔ وہ نام نہاد ملائوں اور مذہب اسلام کی غلط توضیحات پیش کرنے والوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں ۔ ''چند گھنٹے ایک مولوی کے ساتھ'' اسی سلسلے کا ایک افسانہ ہے۔ اس افسانے میں نیاز نے شرافت کا رویہ اپنانے اور ظاہر میں فرشتہ ،باطن میں سفاک اور گندے انسان کو بے نقاب کیا ہے۔ یہ نیاز کی اخلاقی جرأت کا ثبوت ہے ۔ ہمارا معاشرہ ایسے انسانوں سے بھرا پڑا ہے جو مذہب کا نام لے کر، مذہب کا روپ دھار کر نہ صرف معاشرے میں بگاڑ، عدم برداشت، انتہا پسندی اور شدت پسندی کو فروغ دیتے ہیں بلکہ مذہب کی غلط تشریح کر کے اے پوری دنیا میں بدنام کرتے ہیں ۔ ظاہر اور باطن میں تضاد کا شکار یہ طبقہ ظاہر میں

فرشتہ لیکن حقیقت میں شیطان ہے۔ ان کے سفید براق لباس اور لمبی لمبی داڑھیوں میں ، میلی اور کثیف روحیں چھپی ہوئی ہیں ۔ نیاز نے ایسے ملا حضرات کے خلاف اپنے قلم سے پرزور پر جہاد کیا ہے اور جہاں جہاں ،جب جب انہیں موقع ملا ہے انہوں نے طنزیہ، نوکیلے اور چبھتے ہوئے انداز میں اِن کے پول کھولے ہیں ۔ وہ معاشرے میں امن اور آشتی قائم کرنا چاہتے ہیں اور توازن اور اعتدال کے ساتھ ساتھ تحفظ اور برداشت جیسی اخلاقی اقدار کو فروغ دینا چاہتے ہیں ۔ وہ دوہرے معیاروں اور دوہرے چہرے والوں کے اصل روپ لوگوں کے سامنے لا کر انہیں باخبر کرتے ہیں ۔ ’’چند گھنٹے ایک مولوی کے ساتھ‘‘ ایسے ہی منافق مولویوں سے نفرت کا اظہار ہے۔ نیاز اپنے طنز کے نشتر چلاتے ہوئے لکھتے ہیں :

’’دنیا میں ’’سانپ‘‘ اور مولوی ’’دو چیزیں ‘‘ ایسی ہیں جن کی قسموں کی انتہا نہیں ۔ البتہ فرق یہ ہے کہ اکثر سانپ زہریلے نہیں ہوتے اور مؤخرالذکر کا یہ حال ہے کہ:

ہر کراجامہ مولوی بینی

درویش صد ہزار مارا نگار‘‘ (۸(

جمالستان میں شامل افسانہ ’’سودائے خام‘ ایک مقصدی اور اصلاحی افسانہ ہے۔ اس افسانے میں جن اخلاقی اقدار کا ذکر کیا گیا ہے وہ بڑے نازک موضوع سے وابستہ ہیں ۔ یہ موضوع نیاز کے پسندیدہ موضوعات میں سے ہے۔ غلط قسم کی مذہبی تعلیم نے معاشرے کو جو نقصان پہنچایا ہے، نیاز اس کے خلاف اپنے قلم سے جہاد کرتے ہیں ۔ محض دین سے دنیا کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ زندگی ایک نازک، الجھی ہوئی اورسنگین کہانی ہے اور اس زبردست چیلنج کا مقابلہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب مذہب اور زندگی ساتھ ساتھ چلیں ۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک طرف جھکائو رکھا جائے تو انسان دونوں میں نامراد ونا کامران رہتا ہے۔ ’’سودائے خام‘‘ میں نیاز نے ایک بار پھر توازن اور اعتدال کی اخلاقی روشیں اپنانے کا درس دیا ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار ’’اسلم‘‘ ہے۔ اس کا کردار ارتقاء پذیر ہے۔ قدم قدم پر نئے روپ دھارتا ہے۔ ابتدا میں وہ ایک ایسا مذہب پرست انسان ہے جو فرائض ملازمت کے مقابلے میں مذہب اور عبادات کو ترجیح دیتا ہے۔ نماز، روزہ، کا پابند ہے ،اس کا دل تصنع سے پاک ہے۔ اس کی زندگی کا نصب العین صداقت پرستی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ اپنی ہر مشکل کا حل عبادت میں تلاش کرتا ہے لیکن حادثاتِ زمانہ، باپ اور بھائی کی موت کے بعد وہ مذہب سے بالکل دور ہو جاتا ہے خوفِ خدا اس کے دل سے جاتا رہتا ہے۔ گھنٹوں خدا کی حمد و ثنا میں صرف کرنے والا یہ نوجوان، اب اپنی عبادت و ریاضت کو حماقتوں کے نام سے یاد کرتا ہے۔ وہ نیکی سے منکر ہو جاتا ہے اور بدی میں کشش محسوس کرتا ہے۔ وہ سود، رشوت اور ناجائز کاروبار شروع کرتا ہے۔ قدرت کی طرف سے اُسے اور ڈھیل ملتی ہے۔ اس کی قسمت اس کا اتنا ساتھ دیتی ہے کہ وہ اگر مٹی کو بھی ہاتھ لگائے تو وہ سونا بن جائے لیکن ڈھیل دینے والا خدا رسی دراز کرنے کے بعد اسی رسی کو گلے کا پھندا بھی بنا دیتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسلم نے ایک گہری سازش کے تحت اپنے خستہ مکان کا بیمہ تیرہ لاکھ روپے میں کرایا اور خود ہی اس میں آگ لگا دی۔ اس مجرم کو دنیا کی عدالت قید کی سزا کا حکم سنانے والی تھی، آسمانی عدالت نے اس سے زیادہ سخت سزا دینے کے

لیے اُسے اپنے پاس بلا لیا۔ افسانے کے اختتام پر نیاز ایک زبردست اخلاقی سبق دیتے ہیں ۔ ناپاک اور ناجائز ذرائع سے دولت کمانے والے مادہ پرستوں کو جھنجھوڑتے ہیں اور حرام کی کمائی پر لعنت بھیجتے ہوئے کہتے ہیں :

’’دیانت کے ساتھ فاقہ کرنا، بے ایمانی کی سلطنت سے بدرجہا بہتر ہے۔‘‘(۹(

نیاز نے اگرچہ براہِ راست اصلاح پر بہت کم قلم اُٹھایا ہے وہ اخلاقیات کے گرد خوب صورت اور مؤثر کہانی کا تانا بانا بنتے ہیں مگر یہاں شدید قسم کا اخلاقی و اصلاحی رویہ ملتا ہے۔ اس افسانے میں اخلاقی پہلو پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر عقیلہ شاہین لکھتی ہیں :

’’ان کا مقصد ہی معاشرے کی ایک تلخ حقیقت کو بے نقاب کرتے ہوئے اخلاق کی تبلیغ و تلقین ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کہانی کا نتیجہ یا ضرب المثل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اردگرد کہانی کا دائرہ کھینچ دیا ہے۔‘‘(۱۰(

’’نقاب اُٹھ جانے کے بعد‘‘ نیاز کا ایک معاشرتی اور اصلاحی افسانوی مجموعہ ہے۔ اِس مجموعے میں صرف تین افسانے شامل ہیں ۔ ’’مولانا نادارت علی اور ان کی بیوی‘‘، ’’خواجہ سرور شاہ نظامی اور صفیہ‘‘، ’’مولوی کلیم اور ہم‘‘ یہ تینوں کہانیاں معاشرے میں موجود تلخ حقیقتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں ۔ نیاز نے نام نہاد مولویوں اور مذہبی راہنمائوں کے ظاہری اور کھوکھلے رویوں کا برے نوکیلے اور زہریلے انداز میں پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ احرام باندھے ان شخصیتوں کا من اتنا کالا ہے جیسے گناہ کی اندھیری رات۔ ان نورانی اور باریش چہروں کا ظاہر جتنا پاکیزہ اور شفاف نظر آتا ہے یہ اندر سے اتنے ہی میلے اور بدصورت ہیں ۔ نیاز نے اس قسم کے لوگوں کا پول کھول کر معاشرے کے سامنے رکھ دیا ہے۔ یہ کہانیاں ہر دور کی زندہ حقیقت ہیں ۔ یہ کہانیاں بزرگوں کا روپ دھارے سماج دشمن عناصر کا طنز بھرا اور نوکیلا تجزیہ ہیں ۔ ان روشن چہروں پر سے ظاہری نیکی کا ماسک اتار لیا جائے تو بھیانک اور خوف ناک نظر آتے ہیں ۔ نیاز نے ان جھوٹے عالموں کے چہروں سے ظاہری شرافت و پاکیزگی کا نقاب کھینچ کر ان کا اصل روپ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ نیاز عمر بھر نام نہاد مولویوں کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ کھوکھلی بے وزن مذہبی اقدار و روایات کے وہ سخت مخالف تھے۔ وہ طبقہ جو درس و تدریس اور تبلیغ پر خطابت کا پورا زور صرف کر دیتا ہے مگر اندر سے خود جھوٹا اور ریاکار ہے۔ نیاز نے ان موثر کہانیوں کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ سب گفتار کے غازی ہیں ۔ ان کی گفتگو اور عمل کے درمیان فاصلے بعید ہیں ۔ ان کا کردار کھوکھلا، سیاہ اور ریاکار ہے۔ یہ کہانیاں جھوٹے عالموں اور مذہبی ٹھیکیداروں کے منہ پر ایک زبردست طمانچہ ہیں ۔ نیاز ان سماجی اور اصلاحی افسانوں میں اتنے کامیاب ہیں جتنے کہ وہ رومانوی افسانوں میں ہیں ۔ ان کا قلم سچا، بے باک اور بے خوف حقیقتوں کو بے نقاب کرنے میں کسی قسم کے تردد سے کام نہیں لیتا۔ ڈاکٹر عقیلہ شاہین نیاز کے افسانوں میں اخلاقی اور اصلاحی پہلوئوں پر بات کرتے ہوئے راقم ہیں :

’’نیاز روشن خیال اور وسیع النظر عالم و مفکر ہیں ۔ وہ مذہبی تعصب اور تنگ نظری کو قطعاً پسند نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ زندگی بھر ان کا قلم نام نہاد ملائوں کے خلاف بڑے جوش، روانی اور

مضبوطی سے چلتا رہا ہے۔ ان کے خیال میں اسلام ایک نرم، آزاد اور مکمل مذہب ہے لیکن اسے کاروبار بنانے والے ٹھیکے داروں نے حقیقی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کیا ہے۔ جس سے نوجوان نسل میں بغاوت اور سرکشی کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔''(۱۱(

افسانے کی دنیا میں نیاز فتح پوری یقینا ایک بڑا نام ہے۔ رومانیت اور جمال پرستی کا سحر انہیں عظیم افسانہ نگاروں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے لیکن وہ محض رومان اورجمال پرست نہیں ہیں ۔ ان کے مقصدی اور اصلاحی افسانے بھی اتنے ہی دلکش ہیں جتنے رومانوی افسانے۔ وہ توازن اور میانہ روی کے قائل ہیں ۔ معاشرے میں روزبروز بڑھتے ہوئے بگاڑ اور عدم برداشت کی نہ صرف وجوہات بتاتے ہیں بلکہ بہت حد تک اِن وجوہات کو ختم کر کے معاشرے کو امن اور آشتی کا گہوارہ بنانے کی راہ بھی دکھاتے ہیں ۔ وہ تصنع اور ریاکاری کے بالکل خلاف ہیں ۔ وہ حقوق العباد کی پاسداری کی تلقین کرتے ہوئے، محبت، ایثار، برداشت اور امن و سکون جیسی اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کے خواہاں ہیں ۔

حوالہ جات:

)۱(	سید عبداللہ، ڈاکٹر، رومانیت ادب لطیف، لاہور: جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء، س ۲۰

)۲(	محمد شفیق، ڈاکٹر، اُردو افسانے پر بیسویں صدی کی ادبی تحریکوں اور رجحانات کے اثرات، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد: ۲۰۰۶ء، س۵۰

)۳(	عقیلہ شاہین، ڈاکٹر، نیاز فتح پوری، شخصیت اور فن، کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۵ء، س۷۵

)۴(	ایضاً ، ص۱۲۴

)۵(	ایضاً ، ص۱۲۸

)۶(	نیازی فتح پوری، جمالستان، لکھنؤ:، نگار بک ایجنسی، ۱۹۵۱ء، س۲۰۵

)۷(	ایضاً ، ص۲۰۵

)۸(	ایضاً ، ص۲۶۳

)۹(	ایضاً ، ص۱۲۲

)۱۰(	عقیلہ شاہین، ڈاکٹر، نیاز فتح پوری شخصیت اور فن، ص۱۲۶

)۱۱(	ایضاً ، ص۱۲۹

/....../